75613 ـ وكالت كا پيشہ اختيار كرنا

سوال

ميرى آپ سے گزارش ہے كہ ميں آپ كے سامنے ايك بڑا معاملہ پيش كر رہا ہوں اس كے متعلق فتوى جارى كريں، ميرے سوال جيسے سوال كا جواب تو ہے ليكن ميں مزيد كئى امور كى وضاحت چاہتا ہوں، اس ليے آپ اس بنا پر جواب دينا ترك نہ كريں.

ميں كئى برس قبل حقوق كالج سے فارغ ہوا ہوں اور اب ايك وكيل كى حيثيت سے كام كر رہا ہوں، كالج ميں داخلہ ليتے وقت ميں دينى معاملات ميں كوئى بصيرت نہيں ركھتا تھا، پھر كالج سے فارغ ہونے كے بعد مجھے اللہ كے دين كے علاوہ كوئى اور قانون نافذ كرنے كے گناہ كا علم ہوا تو ميں نے ديكھا كہ ميرے ملك ميں تو اكثر قوانين اللہ كى شريعت كے مخالف ہيں، اور اس كى حدود سے تجاوز كرتے ہيں.

ميرا سوال يہ ہے كہ كيا اس حالت ميں ميرا وكيل كے پيشہ كو اختيار كيے ركھنا جائز ہے كيونكہ اس ميں اللہ كى شريعت كے علاوہ كسى اور كے سامنے مقدمہ پيش كيا جاتا ہے ؟

اور كيا وكالت كا پيشہ اختيار كرنے سے شريعت كے مخالف اور ظالم قوانين كا گناہ مجھے بھى ہو گا ؟

ليكن ميں آپ سے اپنے معاملہ ميں فتوى لينے سے قبل آپ كے سامنے كچھ امور ـ چاہے وہ صحيح ہوں يا غلط ـ پيش كرنا چاہتا ہوں، تا كہ آپ كو معلوم ہو سكے ميں ميرے اندر كي سوچ كيا ہے تا كہ آپ ـ اللہ كے حكم سے ـ ميرى صحيح راہنمائى كر سكيں، ميں شريعت كے مخالف قانون سے كبھى راضى نہيں، چاہے اس كے پيچھے كتنى بھى امتيازى حيثيت حاصل ہو، اور وكالت كا پيشہ اختيار كرتے وقت ميں حسب استطاعت اللہ تعالى كى شريعت كے مخالف قوانين سے دور رہتا ہوں، اور اگر مجھے كوئى ايسا مقدمہ ملے جس ميں مجھے شريعت كے مخالف كوئى قانون استعمال كرنا پڑے تو ميں اسے قبول ہى نہيں كرتا چاہے مجھے اس كا معاوضہ كتنا بھى زيادہ مل رہا ہو.

اگر ميں يہ ظالمانہ قوانين حق كے حصول كے ليے استعمال كروں نہ كہ باطل كے حصول كے ليے تو كيا ميں نے غير شرعى قوانين كے مطابق فيصلہ كروا رہا ہوں ؟

مثلا اگر ميں نے ٹيكس اور جرمانوں اور سزا كے متعلق خاص قوانين كا سہارا ليا ـ جو كہ غالبا حدود اللہ كے احكام كے مخالف ہيں ـ تا كہ ميں كسى كا سلب كردہ مال واپس دلوا سكوں، يا جس پر يہ قوانين لاگو كر كے اس كا مال سلب كرنے كا ارادہ ہو تو كيا پھر بھى گناہ ہو گا ؟

ميں نے جو امور آپ كے سامنے بيان كيے ہيں جو ميرے دل ميں جوش مار رہے ہيں ان كے بعد بھى وكالت كا پيشہ اختيار كرنا اور شريعت كے مخالف امور سے دور رہنا بھى اللہ تعالى كى شريعت كے علاوہ كسى اور كے سامنے اپنے مقدمات پيش كرنا كہلائےگا، صرف حقوق كے حصول كے ليے ہى وضعى قوانين كا سہارا لينا بھى صحيح نہيں ؟

اور كيا قانونى كتب پڑھنا اور اس پر مال خرچ كرنا وقت اور مال كا ضياع شمار ہوتا ہے ؟

اور كيا صرف يہ پڑھائى ـ اگر فرض كريں كہ ميں اس پيشہ كو نہ اپناؤں ـ اپنے ملك ميں نافذ كردہ قوانين اور نظام كو

معلوم کرنے کے لیے ہو ۔ چاہے وہ شریعت کے مخالف ہو یا موافق تو کیا پھر بھی حرام ہو گی ؟
کیا اس سب کچھ کے بعد میں وکالت کا پیشہ بغیر کسی افوس کے ترک کردوں، اور اپنی اکثر کتابیں جلا دوں، یا کہ اسے ایك جانبی چیز سمجھ کر لوں ۔ اور اساسی اور بنیادی روزی کسی اور طریقہ سے کماؤں ۔ اور اس سے شریعت کے غیر مخالف قوانین میں اپنی اور دوسرے لوگوں کی ضروریات پوری کروں، اور اپنے حقوق حاصل کریں، اپنے اوپر لاگو قوانین کو معلوم کریں تا کہ ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو، یا پھر شرعی طور پر معتبر مصالح میں سے کوئی حقوق ہم سے نہ چھن سکیں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

اللہ تعالی سے ہماری دعا ہے کہ وہ آپ کی تکلیف اور مصیبت ختم کرے اور آپ کو غم سے نجات دلائے اور آپ کو زیادہ اجر دے، آپ وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کے متعلق جو کچھ پوچھ رہے ہیں اس کا بیان سوال نمبر (9496) کے جواب میں گزر چکا ہے.

وکالت کا پیشہ فی ذاتہ حرام نہیں؛ کیونکہ اس پیشہ میں اللہ تعالی کی نازل کردہ کے علاوہ کی تنفیذ نہیں، بلکہ یہ تو مقدمہ میں وکالت اور نیابت ہے، جو کہ جائز وکالت میں شامل ہوتی ہے، لیکن وکیل کو چاہیے کہ وہ مقدمہ لڑنے سے قبل اس معاملہ کو اچھی طرح دیکھ لے کہ آیا وہ صحیح بھی ہے یا نہیں، اور اگر وہ دعوی سچا ہو اور اس کا حق مسلوب ہوا ہو اور اس پر واقعتا ظلم ہوا ہو تو پھر آپ کے اس کی جانب سے مقدمہ لڑنا اور اسے اس کا حق دلانا، اور اس سے ظلم کا خاتمہ کرناجائز ہے، اور یہ نیکی و بھلائی میں تعاون میں شامل ہو گا.

لیکن اگر وہ مقدمہ اور معاملہ ایسا ہے جس میں کسی دوسرے کا حق سلب کیا جارہا ہو اور ان پر زیادتی ہوتی ہو تو پھر آپ کے لیے وہ مقدمہ لڑنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس مقدمہ کی وکالت قبول کرنی جائز ہے؛ کیونکہ یہ ظلم و زیادتی اور گناہ و معصیت میں تعاون شمار ہوتا ہے.

اللہ سبحانہ وتعالی نے گناہ و معصیت معاونت کرنے والے کو گناہ و سزا کی وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے:

اور تم نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایك دوسرے کا تعاون کرتے رہو اور گناہ و معصیت اور ظلم و زیادتی میں ایك دوسرے کا تعاون نہ کرو، اور اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو، یقینا اللہ تعالی سخت سزا دینے والا ہے المآئدۃ (2).

آپ کے مزید اطمنان کے لیے ہم اس مسئلہ میں کچھ اہل علم کے فتاوی جات نقل کرتے ہیں:

1 ـ شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا:

وکالت کا پیشہ اختیار کرنے میں شریعت اسلامیہ کا حکم کیا ہے ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" وکالت کا پیشہ اختیار کرنے میں مجھے تو کوئی حرج معلوم نہیں؛ کیونکہ یہ دعوی میں وکالت اور اس کا جواب ہے، جبکہ وکیل حق کا متلاشی ہو، اور سب وکلاء کی طرح عمدا جھوٹ نہ بولے "

دیکھیں: فتاوی اسلامیۃ (3 / 505).

2 ـ شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے دریافت کیا گیا:

وکالت کے پیشہ کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے، میں عدالت میں ان تجارتی مقدموں کی پیروی کرتا ہوں جن میں سود کا شبہ ہوتا ہے ؟

شیخ کا جواب تھا:

" بلا شك کسی دوسرے کی جانب سے مقدمہ میں نیابت کرنے میں کوئی حرج والی بات نہیں، لیکن مقدمہ کی نوعیت کو دیکھا جائیگا:

1 ـ اگر تو وہ حق ہو اور نائب تو صرف اپنے پاس پائے جانے والے حقائق پیش کرے جس میں کوئی جھوٹ اور جعل سازی اور حیلہ بازی نہ ہو، اور وہ صاحب مقدمہ کی نیابت کر رہا ہو تا کہ اس کے دعوی کے دلائل پیش کر سکے، یا ان کے ساتھ اس کا دفاع کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں.

2 ـ لیکن اگر وہ معاملہ اور مقدمہ باطل ہو، یا پھر نائب اور وکیل کسی باطل چیز کے لیے لڑ رہا ہو تو یہ جائز نہیں.

اللہ سبحانہ وتعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں:

اور آپ خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنیں النساء (105).

اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اگر مقدمہ اور معاملہ حق ہو اور اس میں کسی بھی قسم کا جھوٹ اور فراڈ استعمال نہ کیا گیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، خاص کر جب معاملہ والا کمزور ہو اور اپنا دفاع نہ کر سکتا ہو، یا اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے دعوی نہ کر سکتا ہو، تو کسی اور شخص کا نائب بننا جو اس سے طاقتور ہو شرعا جائز ہے.

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

تو اگر وہ جس پر حق ہے وہ بے وقوف ہو یا کمزور یا وہ لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل و انصاف کے ساتھ لکھوائے .

تو کسی کمزور اور ضعیف شخص کا حق دلوانے کے لیے، یا پھر اس سے ظلم کو روکنے کے لیے اس کا نائب بننا ایك اچھی چیز ہے، لیکن اگر معاملہ اس کے خلاف ہو یعنی اس مقدمہ میں کسی باطل کی معاونت ہوتی ہو، یا پھر ظلم کا دفاع کیا جائے، یا کھوٹی اور جعلی دلائل پیش کیے جائیں اور وکیل یا نائب جانتا ہو کہ یہ مقدمہ اصل میں باطل ہے، اور کسی حرام کام مثلا سود وغیرہ میں نیابت کرنی جائز نہیں.

اس لیے کسی بھی مسلمان شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی باطل میں نائب یا وکیل بنے، اور نہ ہی سودی معاملات میں وکالت کرنی چاہیے کیونکہ یہ سود کھانے میں معاونت ہے، اور لعنت میں شامل ہوتی ہے.

دیکھیں: المنتقی من فتاوی الفوزان (3 / 288).

دوم:

اور یہ کہ آپ ایسے ملك میں رہتے ہیں جہاں اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے، اور بشری قوانین کا نفاذ ہے، اس کا معنی یہ نہیں کہ وکالت کا پیشہ حرام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وکالت کا پیشہ اس لیے اختیار کیا جائے کہ حق کا حصول کیا جائے، اور لوگوں سےظلم روکا جائے، کیونکہ مظلوم شخص اپنا حق حاصل کرنے کے لیے ان بشری قوانین کے مطابق فیصلہ کروانے پر مجبور ہے، وگرنہ لوگ ایك دوسرے کو کھا جائیں، اور معاشرہ میں بدنظمی پیدا ہو جائے.

لیکن اگر قانون نے اس کے حق میں اس کے حق سے زیادہ فیصلہ دیا تو پھر اس کے لیے زیادہ لینا حرام ہے، بلکہ وہ صرف اپنا حق لے سکتا ہے، اور اپنا حق لینے اور ظلم روکنے کے لیے ان قوانین کا سہارا لینے میں مظلوم کو کوئی گناہ نہیں، اور نہ ہی وکیل پر کوئی گناہ ہے جو مقدمہ میں اس کی طرف سے نیابت کر رہا ہے تا کہ ان قوانین کے مطابق فیصلہ کیا جائے، بلکہ گناہ تو اس پر ہے جس نے اللہ کی شریعت کے بدلے ان قوانین کو لاگو کیا اور لوگوں پر اسے لازم کیا اور اس کے مطابق فیصلہ کروانے کا کہا ہے.

ابن قیم رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب " الطرق المکمیۃ " کے صفحہ نمبر (185) میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے.

اس لیے ہم آپ کو یہ پیشہ ترك کرنے کی نصیحت نہیں کرتے، بلکہ ہم آپ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ یہ کام جاری رکھیں، اور ہمیشہ اپنا معیار بلند کرنے کے لیے کتابوں کا مطالعہ کریں، اور بڑے بڑے وکیلوں سے بھی تعلیم

حاصل کریں، کیونکہ لوگ ایك امانتدار اور مخلص وکیل کے محتاج ہیں جو ان کے مقدمات لڑے اور انہیں ظلم سے بچائے اور ان کے حقوق ان کو واپس دلائے.

لیکن آپ کا ہمیشہ مقصد یہ ہو کہ مظلوم کی مدد و نصرت اور معاونت کرنی ہے، اور اسے اس کا حق دلانا ہے، آپ کو خوشی ہونی چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" جو شخص کسی مظلوم شخص کے ساتھ چلا حتی کہ اس کا حق اسے مل جائے تو اللہ تعالی اس کے قدم پل صراط پر ثابت رکھے گا جس روز قدم ڈگمگا جائینگے "

اسے ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب میں حسن قرار دیا ہے.

واللہ اعلم .